بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی ایکٹ عنقریب پارلیمنٹ میں پیش ہونے والا ہے اور مسلمان جرائد و رسائل اور پبلک میں اس کا چرچا ہو رہا ہے۔ یہ کہنے کو صرف ملک کی ایک یونیورسٹی کا معاملہ ہے۔ لیکن علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کو اس کی اپنی طبعی خصوصیات اور کیرکٹر کے باعث جو بین الاقوامی اور تاریخی عظمت و شہرت حاصل ہے اُس کی وجہ سے ہند اور بیرونِ ہند میں کروڑوں انسانوں کی نظریں اس ایکٹ پر لگی ہوئی ہیں اور وہ یہ جاننے کے لئے مضطرب ہیں کہ سیکولرزم اقلیت پر اکثریت کے تسلط و تغلب کا صرف ایک عنوانِ دلفریب ہے۔ یا واقعی وہ زبان اور مذہب کے مختلف فرقوں میں عدل و انصاف اور توازن قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔

اس یونیورسٹی کی طبعی خصوصیات جس کی وجہ سے وہ مسلم یونیورسٹی کہلاتی رہی ہے اور جن پر اُس کی بقائے ذات کا انحصار ہے تین چیزیں ہیں (۱) اگرچہ اس یونیورسٹی کا دروازہ غیر مسلموں پر بھی کبھی بند نہیں رہا لیکن اس کی تاسیس اوّلاً و بالذات ہوئی تھی مسلمانوں ہی کی تعلیم کے لئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان تعلیم کے میدان میں بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ ہندو اُن کے مقابلہ میں بہت زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ جسم کا ہر کمزور عضو دوسرے تندرست اعضا کے بہ نسبت زیادہ اور خصوصی توجہ کا مستحق ہوتا ہے اسی بنا پر ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ایک درس گاہ قائم کی جائے جہاں اُن کے لئے زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کا سامان اور تعلیمی سہولتیں میسّر ہوں (۲) ہندوستان میں انگریزوں کے زیر سایہ اُن کی مخصوص سیاسی پالیسی کے ماتحت (جس کا اظہار لارڈ مکالے وغیرہ کی تقریروں سے ہوتا ہے) جو جدید نظامِ تعلیم قائم ہو رہا تھا اُس نے مذہبی اعتبار سے بجا طور پر اس تعلیم کے متعلق مسلمانوں کے دل و دماغ میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے تھے اور چونکہ مذہب ہر حالت میں ایک مسلمان کا عزیز ترین سرمایۂ حیات ہے

اس بنا پر ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی جدید تعلیم کے لئے ایک الگ درسگاہ ہو جہاں علوم جدیدہ کی تعلیم کے ساتھ ان کے مذہب اور علوم اسلامیہ کی تعلیم کا بھی خاطر خواہ بندوبست کیا جائے چنانچہ اس سلسلہ میں سرسید اور ان کے ساتھیوں کی تقریریں اور تحریریں اور پھر جو کتبات جابجا یونیورسٹی کی پرانی عمارتوں میں کندہ ہیں انھیں پڑھ جائیے ان سے صاف طور پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اس بنا پر اسی یونیورسٹی کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ یہاں علوم جدیدہ اور سائنس و ٹکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ مسلمانوں کے مذہبی اور ثقافتی علوم و فنون کی تعلیم کا انتظام بھی اعلیٰ پیمانہ پر ہوگا (۳) تیسری خصوصیت یہ تھی کہ درسگاہ اقامتی حیثیت Residential Character رکھتی ہوگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس یونیورسٹی کے اولین معمار بجا طور پر اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ کوئی تعلیم اس وقت تک خاطر خواہ نتائج پیدا نہیں کر سکتی جب تک اس تعلیم گاہ میں تعلیم کے مقاصد کے پیش نظر طلباء کی خاص تربیت اور ان کی ہمہ وقت کی نگرانی کا بندوبست نہ ہو اور ظاہر ہے یہ مقصد یونیورسٹی کو اقامتی حیثیت دیئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ صرف علی گڑھ کی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ ہندوستان میں جتنی بھی ایسی یونیورسٹیاں ہیں جو محض تعلیم کے علاوہ طلباء کی ایک خاص نہج پر تربیت کا بھی اہتمام کرتی ہیں وہ سب اقامتی یونیورسٹیاں ہیں

پس یہ ہیں وہ تین خصوصیات جو اس یونیورسٹی کے جوہر ذات میں داخل ہیں اور جن کے باعث یہ مسلم یونیورسٹی کہلاتی ہے اور اس کی منفرد حیثیت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نئے حالات میں ایسی کونسی چیز ہے جو ان خصوصیات میں سے کسی ایک خصوصیت کو بھی ختم کرنے کی داعی یا بالفاظ دیگر سیکولرزم کا تقاضا ہو۔ ظاہر ہے اگر مسلمان سرسید کے عہد میں تعلیم میں ہندوؤں سے دس قدم پیچھے تھے تو آج پچاس قدم پیچھے ہیں اور تقسیم نے ان کی حالت کو زبوں سے زبوں تر بنا دیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ داخلہ کے معاملہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہر جگہ ناانصافی اور دھاندلی ہوتی ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ طلباء کی ہر جگہ غیر معمولی کثرت اور ہجوم کے باعث یونیورسٹیوں نے اپنے ہاں داخلہ کا جو سخت اور اونچا معیار مقرر کر رکھا ہے اس میں مسلمان طلبا اپنے مخصوص اقتصادی حالات اور ذہنی پریشانی کی وجہ سے دوسرے فرقوں کے نوجوانوں کے حریف نہیں بن سکتے۔ اس بنا پر مسلمان کبھی تعلیم میں اس وقت تک آگے بڑھ نہیں سکتے جب تک کہ کم از کم ایک یونیورسٹی تو ایسی ہو جہاں داخلہ

کے معاملہ میں مسلمانوں کے لئے تحفظات موجود ہوں۔ انگریزی راج میں اگر یہ ضرورت ۵ء فیصد تھی تو اب سو فی صد ہوگئی ہے اور کوئی انصاف پسند انسان جس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

رہ گئی خصوصیت نمبر ۲ اور ۳! تو ان کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں، یہ یورپ اور امریکہ جو سیکولرزم کے سبق میں دنیا جہان کے استاد ہیں ان کی یونیورسٹیوں پر نظر ڈالئے، وہاں علوم اسلامیہ جن میں دینیات بہ طور خاص شامل ہیں ان کی تعلیم اور ان کے خصوصی مطالعہ اور تحقیق کے لئے بڑے بڑے ادارے اور شعبے ہیں جن پر کروڑوں روپیہ سالانہ خرچ ہو رہا ہے۔ پس اگر یہ چیز وہاں سیکولرزم کے منافی نہیں ہے تو یہاں کیوں ہوگی؟ یہی حال یونیورسٹی کے اقامتی کردار کا ہے، امریکہ اور یورپ میں کتنی ہی یونیورسٹیاں ہیں جو کسی خاص ایک کلچر یا تہذیب کی نمائندہ سمجھی جاتی ہیں اور اس بنا پر وہاں کے طلباء کے لئے ہوسٹل میں قیام کرنا اور اس تہذیب کے مطابق زندگی بسر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ غرضکہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی مذکورۂ بالا تینوں خصوصیات میں سے کوئی ایک خصوصیت بھی ہرگز ایسی نہیں ہے جو سیکولرزم کے منافی یا اس کی ضد ہو اس بنا پر حکومت کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ایکٹ میں تعلیمی اور انتظامی اصلاحات اور جو کچھ بھی ہوں بہرحال یونیورسٹی کا نام اور اس کی یہ خصوصیات سہ گانہ جوں کی توں رہنی چاہئیں۔ ورنہ اس میں کاٹ چھانٹ کرنا ایک بڑے فتنہ کو دعوت دینا ہے۔

اس سلسلہ میں مسلمانوں سے بھی یہ کہنا ہے کہ یہ معاملہ خالص تعلیمی اور ایک آئینی معاملہ ہے اس لئے مسلمان پچھلے دنوں کی طرح اس کو اپنی جذباتی سیاست کا نشانہ نہ بنائیں۔ یہ کام درحقیقت صرف مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے کرنے کا ہے اسے عزم و ہمت، گر بیدار دماغی اور روشن ضمیری کے ساتھ اقدام اور مسلمانوں کو اس پر اعتماد اور اس کی رہنمائی میں کام کرنا چاہیئے۔

ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب کے وائس چانسلر کے عہدہ پر فائز ہو جانے کے باعث یونیورسٹی کے شعبۂ عربی میں پروفیسر اور صدر شعبہ کی جو جگہ خالی ہوئی تھی اس پر ہمارے فاضل اور عزیز دوست ڈاکٹر مختارالدین احمد صاحب آرزو کا تقرر ہوا ہے اور انھوں نے اس عہدہ کا چارج لے لیا ہے۔ موصوف علم و تحقیق کی دنیا کی معروف شخصیت ہیں اس بنا پر اس سے بہتر انتخاب نہیں ہو سکتا تھا۔ بہرحال یونیورسٹی کی تاریخ میں اس شعبہ کی ہمیشہ بڑی اہمیت رہی ہے اور اس کی صدارت پر فائز ہونا بڑا اعزاز ہے اس لئے ہم ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے رفقاء کے اشتراک و تعاون سے اس شعبہ کی دیرینہ روایات کو نہ صرف قائم رکھنے میں بلکہ ان کو مزید ترقی دینے میں کامیاب ہوں۔